فہمیدہ تبسم

میرا جی اور ن م راشد کے کلام میں ''عورت'' بطور موضوع

The collected work of the great Urdu poets of the 20th century has been examined with reference to their concept and place of woman in their poetry. Certain questions have been raised; where do they place woman in their poetic universe. How does the vision of the one differ from that of the other? Which aspect of woman does find a place in the work of each poet, and which one has treated woman as a wholesome entity?

~~~~~~~~~~

ادب کے دو بڑے عنوانات ''نظم اور نثر'' ہیں۔ نظم یعنی شاعری سے انسان کی رغبت فطری ہے۔ ماں کی لوری سے اس کا آغاز ہوتا ہے اور دنیا سے انسان کی رخصت تک نظم کے پیرائے میں جذبات کا اظہار کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ غالباً دنیا کا پہلا ادبی مرقع شعر ہی ہے اور شاید اس پہلے شعر میں کسی عورت کے وجود کا حوالہ موجود ہو چاہے وہ ماں ہو، بہن ہو، محبوبہ یا بیوی۔

عورت شعرائے قدیم و جدید کا ایک اہم موضوع رہی ہے۔ قلی قطب شاہ سے آج تک ہر عہد کی شاعری میں عورت ذات کے پرتو جھلکتے ہیں۔ بیسویں صدی اردو ادب کا سنہرا دور ہے۔ اس عہد نے اردو نظم کے سرمائے میں بھی بیش بہا اضافے کیے اور کئی
~~~~~~~~~~

رجحان ساز ادبی ہستیوں کو متعارف کروایا ان ہستیوں میں میرا جی اور راشد بھی شامل ہیں۔ جن کے ہاں موضوعات کی فراوانی کے ساتھ ساتھ کسی آنچل، کسی رخسار، کسی پیراہن کی رنگینی بھی بطور خاص شامل ہے۔

میرا جی اور ن م راشد ہم عصر ہونے کے باوجود اپنے شعری موضوعات کے حوالے سے بعد المشرقین رکھتے ہیں۔ ایک کا مزاج خالص ہندوستانی ہے جب کہ دوسرا عجمی روایات کے تانے بانے میں الجھا ہوا ہے دونوں کے مابین یہ اختلاف جا بجا نظر آتا ہے لیکن ایک موضوع جس پر دونوں نے اپنے مخصوص انداز میں اظہار سخن کیا ہے وہ عورت ہے۔

جہاں تک عورت کے بطور موضوع میرا جی کی شاعری میں در آنے کا سوال ہے تو وہ ایک عورت ہی تھی جس نے ثناءاللہ ڈار کو میرا جی بنا دیا اور پھر ساری زندگی میرا جی ''آپ رانجھا ہوئی'' کی تفسیر بنے رہے۔ ایف سی کالج میں پڑھنے والی بنگالی لڑکی میرا سین سے ایک خاموش ملاقات کے بعد میرا جی کی جو دلی کیفیت ہوئی اس کے بارے میں انہوں نے مظہر ممتاز کو بتایا:

> ''کچھ دن بعد مجھ پر جنوں طاری ہو گیا۔ سوائے میرا سین کے خیال اور تصور کے میں اور کسی بات میں دلچسپی محسوس نہ کرنے لگا۔ میں نے اپنا نام ثناءاللہ ڈار کی بجائے میرا سین کے نام پر رکھ لیا۔''(۱)

میرا جی عشق میں بری طرح ناکام رہے لیکن یک طرفہ محبت اور بے پناہ مطالعے نے میرا جی کے شعری وجود کو ایک نئے اسلوب کا پیراہن دیا۔ انہیں ہر شبیہ میرا سین کی شبیہ اور ہر زلف میرا سین کی زلف نظر آئی۔

میرا سین کے عشق میں ناکامی نے میرا جی کو داخلیت پسند اور تصور پرست بنا دیا انہوں نے اپنی خیالی انجمن بسائی اور وقت کے دوگھیروں میں رقص کناں ہو گئے اگرچہ بعد ازاں انہوں نے عملی زندگی میں لوٹنے کی کوشش بھی کی لیکن تصور کی دنیا سے آزاد نہ ہو سکے۔

میرا جی اپنی مخصوص نفسی کیفیات کے پیش نظر عورت سے زیادہ اس کے تصور کے اسیر ہیں۔ ان کی نجی زندگی ایک ناکام فرد کی زندگی ہے۔ شراب نوشی کی کثرت اور زمانے کی ناقدری نے انہیں خارج سے بے نیاز کر دیا تھا وہ خود اذیتی کے نفسیاتی مسئلے کا شکار ہو کر ایک محدود اثر میں قید ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر رشید امجد اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

''میرا جی کو اشیا سے زیادہ ان کے تصور عزیز تھے خود میرا سین بھی ایک تصور ہی ہے۔ میرا سین تو صرف ایک علامت ہے مگر اس علامت کے کئی زاویے ہیں ان میں سے ہر زاویہ اپنا ایک الگ Complex رکھتا ہے اور ہر Complex کے Componots ہیں۔ میرا جی نے ایک علامت سے مکمل فکری اور فنی نظام قائم کیا۔''(۲)

میرا جی پر جنس زدہ ہونے کا الزام کثرت سے لگایا جاتا ہے۔ عورت ان کا خاص موضوع ہے لیکن عورت کے وجود سے محرومی نے انہیں زندگی سے بھی بے زار کر دیا، ایک المیہ یاد رکھنے کے سوا وہ کسی منظر کو اپنی نظر کے کینوس پر زیادہ دیر ٹھہرانا پسند نہیں کرتے۔ اپنی ایک نظم میں لکھتے ہیں:

''ہر منظر، ہر انسان کی دیا اور بیٹھا جادو عورت کا ایک پل کو ہمارے
بس میں ہے، پل بیتا سب مٹ جائے گا، اس جھلک کو پھیلتی نظر
سے دیکھ کر جی بھر لینے دو، تم اس کو ہوس کیوں کہتے ہو؟
کیا داد جو ایک لمحے کی ہو وہ داد نہیں کہلائے گی۔''(۳)

میرا جی کا فنا فی العشق ہوجانا ان کی ذات کی تکمیل کی ایک صورت تھی لیکن یہ عشق ایک خاص حد سے آگے نہیں جاسکا بلکہ خیال در خیال کی پر پیچ گھاٹیوں میں بھٹکتا رہا۔ عورت کے حوالے سے مرا جی دو عملی کا شکار رہے ایک طرف تو محض ایک جھلک دیکھ کر میرا سین سے روحانی عشق کیا دوسری طرف قحبہ خانے میں جسمانی تسکین کے ذرائع بھی

تلاش کیے۔ ان کا یہ متضاد رویہ اس بات کا عکاس ہے کہ عمر بھر ایک نام سے وابستہ ہونے کے باوجود سکون کے متبادل ذرائع میرا جی کے سامنے رہے یہ ان کی فطری ضرورت تھی لیکن اعجاز احمد اس کو ہدف تنقید بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کے لیے عورت کے فقط دو روپ تھے: دیوی یا فاحشہ'' (۴)

درحقیقت ایسا نہیں ہے میرا جی کے ہاں ماں، بہن اور دلہن کے روپ بھی موجود ہیں، وہ عورت کو محض دیوی بنا کر نہیں پوجتے بلکہ اسے ارضی مخلوق کا درجہ دیتے ہیں، انہیں محبت کے سرچشمے عورت کے وجود سے ہی پھوٹتے نظر آتے ہیں۔ ان کی شاعری عورت کے وجود کی خوشبو ہے۔ اگر ان کے شاعری سے عورت کے حوالے نکال دیئے جائیں تو فقط غم دوراں کی جھلکیاں رہ جائیں گی۔ میرا جی عورت کے ہر روپ میں محبت کے متلاشی ہیں وہ خود لکھتے ہیں:

''محبت کیا ہے؟ .... ایک لمحہ یا ایک عمر؟
ماں کی محبت، بہن کی محبت، بیوی کی محبت، بیٹی کی محبت......'' (۵)

سو جب وہ عورت کا ذکر کرتے ہیں تو محض ایک حوالے سے نہیں بلکہ عورت کے سبھی روپ ان کی شاعری میں در آتے ہیں:

''ہنسی بہن بھائی سے مل کر
اب دکھ دور ہوئے ہیں دل کے''

(ساون) (۶)

میرا جی کے کلام میں عورت کی جھلک میں جو شوخی، نزاکت، شرارت، بانکپن، نکھار اور الھڑ پن پایا جاتا ہے وہ ان کے عہد و مابعد کسی شاعر کے ہاں نظر نہیں آتا، محرومی اور ناقدری کی اذیت نے ان کے اندر ایسی سوچ کو جنم دیا جس میں کسی بھرپور حسن کو سراہنے کے بجائے معصوم اداؤں والے محبوب وجود کی تمنا کا اظہار ہے اپنی ایک نظم میں لکھتے ہیں:

''یہ جی چاہتا ہے کہ تم ایک ننھی سی لڑکی ہو اور ہم
تمہیں گود میں لے کے اپنی بٹھالیں،
یونہی چیخو، چلاؤ، ہنس دو، یونہی ہاتھ اٹھاؤ،
ہوا میں ہلاؤ، ہلا کر گرادو''

(ایک تھی عورت)(۷)

میرا جی ایک نارمل فرد کی طرح زندگی نہیں گزار سکے۔ اس محرومی نے انہیں اپنی ذات سے بھی بے نیاز کر دیا وہ دنیا کی نظر میں ایک تماشا بن کر رہ گئے لیکن میرا جی عورت کے وجود کے قائل اور معترف رہے وہ عورت کو بقائے حیات اور تسلسل حیات کا ایک وسیلہ گردانتے ہیں۔ اپنے ایک مضمون بعنوان ''باتیں'' میں لکھتے ہیں:

''خیالی زندگی میں شاعری کرتے ہوئے ہم عورت کو غزل، نظم یا جو کچھ بھی چاہیں کہہ لیں لیکن عملی زندگی میں تو عورت مرد کے گھر میں ایک سکون کی حیثیت ہی رکھتی ہے ...... اس کے ہونے سے بچے پیدا ہوتے ہیں اور نہ ہونے سے نظمیں۔''(۸)

میرا جی کی زندگی میں عورت کے عدم وجود نے نظمیں تخلیق کیں یہ یقیناً عورت کا اردو شاعری پر احسان ہے لیکن تصوراتی طور پر عورت ایک توانا حوالے کے طور پر میرا جی کے کلام میں موجود رہی اگرچہ میرا جی اپنے مضامین میں بھی عورت کے موضوع پر بات کرتے ہوئے ایک ایسی عورت کی تمنا کا اظہار کرتے ہیں جو کبھی ظہور پذیر نہیں ہوئی لیکن ان کے خواب عورت کے حسن کی تجلی ہی سے منور ہیں وہ اپنی شدید اضطرابی کیفیت کا علاج عورت کو ہی قرار دیتے ہیں:

''جوانی میں ساتھی ہے جو اضطراب
نہیں کوئی اس کا علاج

مگر ایک عورت (خودنفسی) (۹)

عورت کے تصور سے توانائی کشید کرنے والے میراجی اپنی زندگی میں آنے والی اس پہلی عورت کو نہیں بھولے جس نے انہیں ایک نئی منزل کا مسافر بنادیا:

''تم نے مجھے قوت دے دی ہے
تم نے مجھے ہمت دے دی ہے اس دنیا میں جینے کی''

(پہلی عورت) (۱۰)

میرا جی کے کلام میں مشرقی عناصر بہت قوی ہیں۔ وہ عورت کو کلب ڈانسر یا شمع محفل کی صورت میں بیان نہیں کرتے بلکہ اگر ان کے کلام کا بغور مطالعہ کیا جائے تو عورت کا سب سے حسین روپ دلہن کی صورت میں نظر آتا ہے۔ جسے وہ ایک شمع کی صورت سہیلیوں میں گھرا دیکھتے ہیں وہ ایک خواب کی صورت میں آتی ہے ایسا خواب جو محروم تعبیر ہے:

''کیوں بہن ہم نے سنا ہے کہ دلہن کی آنکھیں،
آنکھ بھر کر نہیں دیکھتی جاتیں،
اور کہتی ہے بہن
میرے بھائی کو بڑا چاؤ ہے، کیوں پوچھتا ہے؟
اب تو دو چار ہی دن میں وہ تیرے گھر پہ ہوگی
کس کا گھر، کس کی دلہن، کس کی بہن۔ کون کہے
میں کہے دیتا ہوں، میں کہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں''

(تفاوت راہ) (۱۱)

میرا جی عورت کو سراہتے ہوئے مشرق کے آئینے میں جس حسن دل فریب کا عکس ابھارتے ہیں وہ خالص مشرقیت کا نمونہ ہے اس کا تعلق اسی دھرتی سے ہے وہ دساور سے نہیں آتا نہ ہی اس کے خدوخال میں کسی دور دیس کی کوئی جھلک پائی جاتی ہے۔ وہ ایسا شوخ، شرمیلا

اور الھڑ حسن ہے کہ جو:

کبھی آپ ہنسے، کبھی نین ہنسیں، کبھی نینوں کے بیچ ہنسے کجرا
کبھی سارا سندر انگ ہنسے، جب انگ ہنسے، ہنس دے گجرا (۱۴)

میرا جی کے کلام میں موجود عورت ہر زاویے سے مشرقی عورت ہے بلکہ اسے خالص ہندوستانی عورت کہنا بجا ہے۔ یہ عورت ان کے ہاں اتنی رعنائیوں کے ساتھ موجود ہے کہ ان کی کئی نظموں کے نام بھی عورت سے منسوب ہیں مثلاً: دیوداسی اور پجاری، ایک عورت، اجنبی انجان عورت رات کی، دوسری عورت سے، چنچل بنی شیطان کی، محبوبہ کی تصویر، پہلی عورت، ایک عورت اور ایک تجربہ، ایک خاموش عورت سے، بنی وغیرہ۔

جہاں تک ن م راشد کی شاعری میں عورت کے ذکر کا تعلق ہے یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ انہوں نے ایک بھرپور اور کامیاب زندگی گزاری انہیں میرا جی کی طرح غم روزگار لاحق ہوا نہ ہی عورت کے وجود سے محرومی ان کا المیہ بنی، پہلی بیوی سے ذہنی ہم آہنگی کم تھی تاہم علیحدگی نہیں ہوئی جب کہ دوسری شادی فریقین میں تھوڑے بہت اختلافات کے باوجود آخری دم تک نبھی۔ راشد کے کلام میں عورت کا جو تاثر ابھرتا ہے وہ میرا جی سے مختلف ہے۔راشد کی عمومی زندگی میں وہ محرومی، درد و آلام اور عدم تکمیل مفقود ہے جس کا شکار میرا جی رہے۔ راشد کو ایک نارمل زندگی ملی وہ اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز رہے، غم معاش ان کے قریب نہیں بھٹکا، معاشرے میں اعلیٰ مرتبہ حاصل رہا۔ بیرون ملک مقیم رہے، زندگی ان کے لیے ایک ٹھوس اور جاندار حقیقت تھی جس میں تصور کا شائبہ موجود نہ تھا۔

راشد کے ہاں عورت کا تصور میرا جی سے مختلف ہے۔ میرا جی کے ہاں تقاضا ہے جب کہ راشد کے ہاں،،تسکین تقاضا'' ہے ۔راشد عورت کی قربت کے ترسے ہوئے نہیں ہیں۔ لہذا ان کے ہاں عورت کا جیتا جاگتا روپ ہے محض ہیولا یا تصور نہیں ۔ ن م راشد خود لکھتے ہیں:

"میری نظموں میں عورتوں کے جتنے کردار آتے ہیں وہ سب کی سب
ہمارے اپنے زمانے کی عورتیں ہیں عورت کے ہیولا نہیں۔"(۱۳)

راشد کے کلام میں نظر آنے والی عورت ہندوستانی عورت ہی نہیں بلکہ اس کا تعلق روس، وسط ایشیا، ایران اور یورپ سے بھی ہے۔ اگر چہ راشد نے اپنے نسوانی کرداروں کے بارے میں لکھا ہے:

"یہ عورتیں اس وقت کے ہندوستان کا مربوط استعارہ ہیں۔"(۱۴)

راشد کا کلام ان کے اس قول کی نفی ہے۔ ان عورتوں کا جغرافیائی تعلق ہندوستان سے نہیں لیکن راشد کی بات سے اس لحاظ سے اتفاق ممکن ہے کہ ہندوستان اس دور میں تذلیل غلامی کا شکار تھا اور اس کی عصمت بھی ان عورتوں کی طرح پامال ہو رہی تھی۔

راشد عورت کے وجود کو سب سے بڑی پناہ گاہ تصور کرتے ہیں۔ جس کی آغوش میں کھو کر زندگی کی تلخ ساعتوں سے فرار حاصل ہو سکتا ہے۔ اپنے ایک مکتوب بحوالہ نظم "رقص" یکم اپریل ۱۹۴۰ء میں لکھتے ہیں:

"ہم عورت کے دامن میں پناہ لینا چاہتے ہیں جو تمام فنون کی تمثیل ہے۔ اس لیے کہ زندگی کی تلخیوں، زندگی کی کراہتوں کو ہم برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ زندگی پر جھپٹ نہیں سکتے، فن اور فنون کے مجموعے عورت سے لپٹ سکتے ہیں۔ صرف لپٹ کر اپنی انتہائی آرزوؤں کی تکمیل کر سکتے ہیں۔"(۱۵)

راشد کے کلام میں موجود عورت اوّل اوّل تو اتنی سادہ و معصوم ہے کہ راشد اسے واقف الفت کرتے ہوئے بھی گھبراتے ہیں:

"سوچتا ہوں کہ بہت سادہ و معصوم ہے وہ
میں ابھی اس کو شناسائے محبت نہ کروں

روح کو اس کی اسیر غم الفت نہ کروں

اس کو رسوا نہ کروں وقف مصیبت نہ کروں"(١٦)

راشد عورت کے حسن و جمال کا اساطیری حوالوں سے ذکر کرتے ہیں تو خوابوں کا ایک رنگین نگر ہماری نظروں کے سامنے آ جاتا ہے۔ مثلاً:

"دیکھتی ہے جب کبھی آنکھیں اٹھا کر تو مجھے

قافلہ بن کر گزرتے ہیں نگہ کے سامنے

مصر و ہند و نجد و ایراں کے اساطیر قدیم

کوئی شاہنشاہ تاج و تخت لٹواتا ہوا

دشت و صحرا میں کوئی آوارہ شہزادہ کہیں

سر کوئی جانباز کہساروں سے ٹکراتا ہوا

اپنی محبوبہ کی خاطر جان سے جاتا ہوا"

(طلسم جاوداں)(١٧)

راشد کی زندگی محدود دائروں کی زندگی نہیں تھی بلکہ اس میں وسعت پذیری کے عناصر نمایاں تھے۔ یہی وسعت اور خارجیت ان کے کلام میں بھی موجود ہے وہ عورت کو وسیع کینوس پر ایک بھرپور پس منظر کے ساتھ نمایاں کرتے ہیں، میرا جی کے برعکس راشد کے ہاں عورت اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ راشد کے سامنے موجود ہے جس کا لمس راشد کی شاعری میں خاص اہمیت کا حامل ہے:

"تیرے رنگیں رس بھرے ہونٹوں کا لمس

جس سے میرا جسم طوفانوں کی جولاں گاہ ہے

جس سے میری زندگی، میرا عمل گمراہ ہے

میری ذات اور میرے شعر افسانہ ہیں۔"

(ہونٹوں کا لمس)(١٨)

راشد اپنے کلام میں وفا پرستی کا اعلان تو کرتے ہیں لیکن وفا پرستی ان کا شعار نہیں اس کا اظہار ان کی نظم'' حیلہ ساز'' سے ہوتا ہے۔راشد افلاطونی عشق کے قائل نہیں۔ان کے نزدیک محبت قرب اور وصال کا نام ہے وہ محبوب کی سادہ پرستش کو نہیں مانتے:

''اور تیری سادہ پرستش کی بجائے
مرتا ہوں تیری ہم آغوشی کی لذت کے لیے''(۱۸)

راشد میرا جی کی طرح داخلیت پسند نہیں ہیں بلکہ ان کے موضوعات شعر کو خارجی عوامل نے بہت حد تک متاثر کیا ہے وہ حسین فرنگی عورتوں سے عشق بھی کرتے ہیں اور نفرت بھی، جب انہیں غلامی کی زنجیر میں لرزش نظر آتی ہے تو وہ اپنی قوم سے کہتے ہیں:

'' حجلہ سیمیں سے تو بھی پیلہ ریشم نکل
وہ حسیں اور دور افتادہ فرنگی عورتیں
تو نے جن کے حسن روز افزوں کی زینت کے لیے
سالہا بے دست و پا ہو کر بنے ہیں تار ہائے سیم و زر
ان کے مردوں کے لیے بھی آج ایک سنگین جال
ہو سکے تو اپنے پیکر سے نکال''(۱۹)

اس بند میں پیلہ ریشم کی اصطلاح قوم کے معنوں میں علامتی طور پر بیان کی گئی ہے۔ راشد کے ہاں عورت سے محبت بھی ان کی زندگی کی طرح سہ نیم ہے انہیں کئی محبوباؤں سے عشق ہے:

''عشق میں کچھ سوز ہے، کچھ دل لگی، کچھ انتقام، عاشقی میری سہ نیم''(۲۰)

راشد کے کلام میں عورت کے زیادہ تر روپ غیر ملکی ہیں جو زندگی سے بھرپور اور پرکار ہیں۔ان کے ہاں عورت کی جو تصویر موجود ہے وہ ایک نہایت حسین وجمیل عورت ہے جس کی آنکھیں، جس کے ہونٹ جس کی ساق سیمیں، گل تازہ جیسے پاؤں کسی عظیم مصور کی تخلیق

معلوم ہوتے ہیں لیکن اس بت کافر کی قربت میں اچانک راشد کا جذبہ انتقام بیدار ہوجاتا ہے:

''اس کا چہرہ اس کے خدوخال یاد آتے نہیں
ایک برہنہ جسم اب تک یاد ہے
اجنبی عورت کا جسم
میرے ''ہونٹوں'' نے لیا تھا رات بھر
جس سے ارباب وطن کی بے بسی کا انتقام''(۲۱)

میراجی کی طرح راشد کے ہاں عورت کے کئی روپ نہیں وہ بہن کا ذکر تو کرتے ہیں مگر ایک واقعہ سنا کر وہ طنزیہ طور پر کہتے ہیں:

''اگر پوچھنا ہو تو زہرا سے پوچھو
میری رات بھر کی بہن سے'' (خلوت میں جلوت)(۲۲)

راشد کی تصنیف لا=انسان میں عورت کا جو اولین خوب صورت نقش ابھرتا ہے وہ ''جہاں زاد'' ہے۔''حسن کوزہ گر'' راشد کی لازوال نظم ہے جس میں حسن و عشق کی اساطیری روایات ملتی ہے۔ اس نظم میں جسمانی محبت بھی اتنی تقدیس اور اور حزن کی ملی جلی کیفیت میں رندھی ہوئی ہے کہ عورت حسن جہاں افروز کی ایک تابندہ اور باوقار علامت بن کر ابھرتی ہے۔ اس کا حسن فن کے بہتے دھارے کی ضمانت ہے ۔اس کا فراق ہنر کدے کی ویرانی کا سبب ہے:

''تو ناداں تھی لیکن تجھے یہ خبر تھی کہ
میں نے حسن کوزہ گر نے
تری قاف سی افق تاب آنکھوں
میں دیکھی ہے وہ تابنا کی

کہ جس سے مرے جسم و جاں

ابر و مہتاب کی

رہگزر بن گئے تھے'' (۲۲)

راشد کے ہاں عورت جہاں فن اور فنکار کی زندگی کے لیے لازم حیثیت سے سامنے آتی ہے وہیں راشد عورت کا ذکر ایسی الجھن کے طور پر کرتے ہیں جسے کوئی حل نہیں کر سکا۔

''کہ تیرے جیسی عورتیں جہاں زاد،

ایسی الجھنیں ہیں

جن کو آج تک کوئی نسہیں جاھ سکا

جو میں کہوں کہ میں ''سلجھ'' سکا تو سر بسر

فریب اپنے آپ سے

کہ عورتوں کی ساخت ہے وہ طنز اپنے آپ پر

جواب جس کا ہم نہیں'' (۲۴)

راشد کی شاعری میں ''عورت'' کا زیادہ ذکر لذت کے ایک حوالے کے طور پر ہے، وہ اگر اس سطح سے اوپر اٹھتی ہوئی نظر آتی ہے تو ''حسن کوزہ گر'' کی ''جہاں زاد'' کے طور پر، جہاں وہ زمان و مکاں سے بے نیاز فن اور فن کار کی ذات کا اہم عنصر بن کر ابھری ہے اور ہر دور میں موجود ہے۔

راشد کی نظموں میں عورت بطور استعارہ بھی موجود ہے مثلاً: ''حسن کوزہ گر'' کی ''سوختہ بخت'' ''زندگی ایک پیرہ زن'' اور ''آرزو راہبہ ہے'' راشد نے مسز سالا مانکا کی جسمانی تصویر کشی بھی خوب کی ہے۔

میرا جی اور راشد دونوں کے ہاں عورت ایک بھرپور اور اہم موضوع کے طور پر موجود ہے۔ لیکن عورت کے جو مختلف روپ اور ان سے وابستہ محبت میرا جی کے ہاں ملتی

ہے وہ راشد کے کلام میں اتنی شدت سے موجود نہیں ہے۔ میرا جی جس ''وجود'' سے عمر بھر محروم رہے اسے موضوع سخن بنا کر امر کر دیا اس کے برعکس راشد کے ہاں احساس محرومی نہیں ہے لہٰذا وہ عورت کے وجود کے ایک ہی پہلو سے رغبت کا اظہار کرتے رہے تاہم عورت کے جمال کے کئی رنگ ان کے ہاں نمایاں ہیں۔ راشد کا محیط بصارت یا Vision میرا جی کی نسبت زیادہ وسیع ہے اس کی بابت ڈاکٹر وزیر آغا رقم طراز ہیں:

''یہ بات بھی مدنظر رہنی چاہیے کہ میرا جی ۳۷ برس کی عمر میں فوت ہو گئے تھے اور راشد ۶۵ برس تک زندہ رہے۔ اس لیے میرا جی کے ہاں عمر کے آخری ایام میں جو گہرائی اور وسعت پیدا ہونے لگی تھی وہ پوری طرح وجود میں نہ آ سکی مگر راشد کو قدرت نے نسبتاً دیر تک زندہ رکھا اور وہ خیال کی بلندیوں کو زیر پا لانے میں کامیاب ہو گئے۔''(۲۵)

میرا جی کی عورت ایک خالص مشرقی عورت ہے جبکہ راشد کی عورتوں میں ہندی، روسی، ایرانی اور یورپی عورتوں کے تذکرے ہیں۔ ''ماورا'' اور ''ایران میں اجنبی'' کی نظموں میں عورتوں کا ذکر زیادہ ہے۔ جب کہ ''لا = انسان'' اور ''گماں کا ممکن'' میں عورت کے وجود کا طلسم ٹوٹتا نظر آتا ہے۔ لیکن وہ منظر سے مکمل طور پر باہر بھی نہیں ہے۔ مثلاً ''ابولہب کی شادی'' کی زہرناک عورت اور حسن کوزہ گر کی ''جہاں زاد'' راشد اور میرا جی دونوں فرار کے شاعر ہیں ایک نے عورت کے تصور میں پناہ لی اور دوسرے نے عورت کے حقیقی وجود سے پناہ لے کر درخواست کی کہ ''اے میری ہم رقص تھام لے مجھ کو''

میرا جی عہد شباب میں دنیا سے رخصت ہوئے اس لیے آخری عہد تک عورت ان کے لیے ایک دل پسند موضوع رہی جب کہ راشد کے ہاں آخر آخر عورت سے لاتعلقی کا رویہ ملتا ہے۔ بلکہ عہد پیری میں ایک نوعمر عورت کا یہ طعنہ بھی وہ یاد رکھتے ہیں:

'' مجھے ایک نورس کلی نے یہ طعنہ دیا تھا:

تری عمر کا یہ تقاضا ہے

تو ایسے پھولوں کا بھنورا ہے

جن میں وہ چار دن کی مہک رہ گئی ہو۔''

(شباب گریزاں)(۲٦)

راشد کے ہاں عورت کی خوابیدہ آرزوؤں کی انگڑائی کی جو تصویر کشی ہے اور جس طرح کے خوب صورت اور منفرد استعارات انہوں نے استعمال کیے ہیں وہ بے مثل ہیں:

''آرزوئیں تیرے سینے کے کہستانوں میں

ظلم سہتے ہوئے حبشی کی طرح رینگتی ہیں''(۲۷)

راشد کے ہاں بھی فراوانی کے باوجود آسودگی کی کیفیت کم ہی ابھرتی ہے۔ وہ رقص کی شب ملاقات کے بعد دامن زیست سے تو وابستہ رہتے ہیں لیکن تشنگی برقرار رہتی ہے۔راشد کی اس کیفیت کے بارے میں ڈاکٹر آفتاب احمد لکھتے ہیں:

''راشد کی رومانی نظموں میں ایک ایسے انسان کی تصویر ابھرتی ہے جو اس جذبہ سے محروم ہے اسے محبت کا سوز و ساز میسر ہے نہ اس کی طمانیت اور آسودگی۔''(۲۸)

میرا جی اور راشد کے کلامیں عورت اور جنس کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر رشید امجد لکھتے ہیں:

'' جنس اور عورت کے بارے میں میرا جی کا یہ رویہ حقیقت کے مروج تصور سے گریز کا ہے جسے ایک حوالے سے باغیانہ رویہ بھی کہا جاسکتا ہے لیکن راشد کی بغاوت میں داخلی عنصر بھی شامل ہے ان کی داخلیت پسندی انہیں ایک روحانی کرب اور تنہائی کے آشوب

میں مبتلا کر دیتی ہے۔"

میرا جی کے ہاں عورت محرومی کی واضح علامت ہے جب کہ راشد کے ہاں ناآسودگی کی خفتہ علامت کے طور پر موجود ہے۔اردو نظم کے ان دونوں بڑے شاعروں کا کلام وجود زن سے خالی نہیں ہے۔تاہم یہ حقیقت واضح ہے کہ عورت جتنی شدت سے میرا جی کے کلام میں جھلکتی ہے اتنی شدت راشد کے ہاں موجود نہیں ہے۔راشد کے احساس غلامی نے انہیں سیاسی ڈگر کی طرف موڑ دیا تھا جب کہ میرا جی سیاست دوراں سے بے نیاز رہے اور زندگی بھر "میرا میرا پکاروں میں بن میں" کی تفسیر بنے رہے۔

~~~~~~~~~~~

حوالہ جات

۱۔ بحوالہ رشید امجد، ڈاکٹر: میرا جی۔شخصیت اور فن' صفحہ ۲۹ مغربی پاکستانی اردو اکیڈمی لاہور ۱۹۹۵ء

۲۔ ایضاً، ص ۱۵۴

۳۔ میرا جی: کلیات میرا جی مرتبہ جمیل جالبی، ڈاکٹر، صفحہ ۱۱، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۶ء

۴۔ اعجاز احمد: "میرا جی۔ذات کا افسانہ" مشمولہ میرا جی۔ایک مطالعہ، صفحہ ۱۹۹، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۰ء

۵۔ میرا جی: کتاب پریشاں، مشمولہ میرا جی ایک مطالعہ صفحہ ۵۳۲، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۰ء

۶۔ میرا جی: کلیات میرا جی صفحہ نمبر ۱۳۷

۷۔ میرا جی: کلیات میرا جی صفحہ نمبر ۱۶۵

۸۔ میرا جی: کلیات میرا جی صفحہ نمبر ۶۵۸

۹۔ میرا جی: کلیات میرا جی صفحہ نمبر ۴۴۹
~~~~~~~~~~~

۱۰۔ میرا جی: کلیات میرا جی صفحہ نمبر ۵۰۸

۱۱۔ میرا جی: کلیات میرا جی صفحہ نمبر ۱۴۹

۱۲۔ میرا جی: کلیات میرا جی صفحہ نمبر ۶۰

۱۳۔ سعید احمد: ن م راشد کے نسوانی کردار، مشمولہ ''دریافت'' صفحہ نمبر ۳۸۷، مجلہ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد ۲۰۰۲ء، ص ۳۸۸

۱۴۔ بحوالہ جمیل جالبی، ڈاکٹر: ن م راشد۔ ایک مطالعہ، صفحہ ۴۹، مکتبہ اسلوب کراچی ۱۹۸۶ء

۱۵۔ ن م راشد: ''ماورا'' مشمولہ کلیات راشد صفحہ ۱۷، ماورا پبلشرز بہاولپور روڈ، لاہور، س۔ن

۱۶۔ ن م راشد ماورا، کلیات راشد صفحہ ۶۲ تا ۶۳

۱۷۔ ن م راشد ماورا، کلیات راشد صفحہ ۹۲

۱۸۔ ن م راشد ماورا، کلیات راشد صفحہ ۱۴۴

۱۹۔ ن م راشد ماورا، کلیات راشد صفحہ ۱۷۸

۲۰۔ ن م راشد ماورا، کلیات راشد صفحہ ۱۰۸

۲۱۔ ن م راشد ایران میں اجنبی ا، کلیات راشد صفحہ ۲۳۴

۲۲۔ ن م راشد ایران میں اجنبی ا، کلیات راشد صفحہ ۲۵۵

۲۳۔ ن م راشد ایران میں اجنبی ا، کلیات راشد صفحہ ۴۹۰

۲۴۔ وزیر آغا، ڈاکٹر: ن م راشد، مشمولہ ن م راشد ایک مطالعہ

۲۵۔ ایران میں اجنبی، کلیات راشد ۱۱۵

۲۶۔ ماورا کلیات راشد صفحہ ۱۰۴

۲۷۔ آفتاب احمد، ڈاکٹر: ن م راشد۔ شخص اور شاعر، صفحہ ۲۷، مکتبہ دانیال عبداللہ ہارون روڈ، کراچی ۱۹۹۵ء

۲۸۔ رشید امجد، ڈاکٹر: میرا جی شخصیت اور فن، صفحہ ۲۸۶

مجلسِ مشاورت

مجلّہ	---------	تخلیقی ادب (ISSN # 1814-9030)
اشاعت	---------	سالانہ
شمارہ	---------	چار - جنوری دو ہزار سات
سرورق	---------	عابد سیال
ناشر	---------	نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ایچ نائن، اسلام آباد۔
پریس	---------	نمل پرنٹنگ پریس، اسلام آباد۔
ای میل شعبہ اردو	---------	numl_urdu@yahoo.com

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

(ISSN # 1814-9030)
تخلیقی ادب
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز
اسلام آباد